رسائل و مسائل

نام رکھنے میں لفظ "محمد" کا استعمال

از جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک صاحب

سوال :- پاکستان کے سکولوں میں پڑھائے جانے والے عربی نصاب میں نام محمدؐ کو عام فقروں میں استعمال کیا گیا ہے اور کئی جگہوں پر ساتھ تصویر بھی بنائی گئی ہے۔ درج ذیل دلائل قابلِ غور ہیں:

۱- جیسے اللہ کریم کا ذاتی نام اللّٰہ ہے ویسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمدؐ ہے جو کہ نہ تو کسی دوسرے کی پہچان ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس نام سے پکارا جاسکتا ہے۔

۲- قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم آپس میں جس طرح ایک دوسرے کا نام لے کر اور چیخ چیخ کر پکارتے ہو اس طرح میرے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارنا اگر ایسا کرو گے تو تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا) پارہ ۲۶ رکوع ۱۵ (لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ، الی اخر-

۳- کوئی مسلمان اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ، اولاد، جان و مال اور ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ - الی اخرہ

۴- وہ مسلمان شخص بڑا ہی بدبخت ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۵ — ایک جگہ ارشاد ہوا کہ تم اپنے لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو، اس کا ادب کرو، وہ آئے تو اس کے لیے مجلس میں جگہ کشادہ کرو۔ اس کی طرف بُرائی کی نسبت نہ کرو، اس پر بُرائی کی دُعا نہ کرو۔ شک نہیں کہ اسی کا نام ادب ہے۔

مندرجہ بالا دلائل دینے سے میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دُنیا میں اگر کسی کی پہچان نام محمدؐ ہے تو وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور اگر کسی دوسرے کو اسی نام سے پکارا جائے گا تو سننے والا اگر مسلمان ہے تو وہ ضرور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے گا، جو کسی دوسرے شخص پر پڑھنا جائز نہیں ——— ہزارہا مسلمان لوگوں نے اپنے بچوں کے نام محمدؐ سے نسبت ظاہر کرنے کے لیے ملا کر رکھے۔ عرب معاشرے میں بھی لوگوں نے اپنے رواج کے مطابق نام رکھے، مگر کوئی بھی نام محمدؐ سے نہیں رکھا گیا۔ بلکہ وہ اس طرح پکارے گئے ———

محمد بن بشیر، محمد بن ابو بکر، محمد بن حارثہ، محمد بن جعفر بن ابی طالب، محمد بن حنفیہ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی امام ابوحنیفہ کے شاگرد "امام محمدؒ" کو جب تک امام ابوحنیفہ کا شاگرد اور امام محمد نہ کہا جائے اس وقت تک اگر صرف اور صرف نام محمد لے کر حوالہ دیا جائے تو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ دُنیا میں آج تک کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کو صرف محمدؐ کے نام سے پہچانا گیا ہے۔

ہمارے ہندوستانی اور پاکستانی معاشرے میں اگر لوگوں نے اپنے بچوں کے نام بوقت پیدائش خیر و برکت کے لیے محمد رکھے مگر ان کی پہچان اس نام سے نہیں۔ مثلاً مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بوقت پیدائش بچوں کے نام محمد رکھے مگر وہ پکارے گئے حسن رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں وغیرہ وغیرہ ——— سکولوں میں پڑھائے جانے والے نصاب میں مثال کے طور پر چھٹی جماعت میں پڑھائی جانے والی عربی لازمی کتاب بنام "لغتہ الاسلام" میں درج ذیل فقرات ھَلْ مُحَمَّدٌ مِنْ بَاکِسْتَانَ باتصویر ص ۱۳ – یَا مُحَمَّدُ مَا هٰذَا؟ باتصویر ۱۵

لہ صاحب مراسلہ نے آغاز میں "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" کے قرآنی الفاظ بھی درج کیے ہیں مطلوب ان سے بھی استدلال کرنا ہے۔ یہ الفاظ چونکہ بطور عنوان درج تھے، لہٰذا عنوان کی جگہ لفظ "سوال" لکھا گیا۔ اور ان الفاظ قرآنی کو حاشیے میں دیا گیا۔ (مدیر)۔

محمد یشربُ، نماز ص ۵۲ - محمد بقلمِ کتابہ، پالتو ص ۵۴ - اور اسی طرح ص ۵۶، ۵۵ وغیرہ ——— مندرجہ بالا فقرات بول چال میں نام نامی کو بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ وضاحت طلب کرنے پر کہا گیا ہے کہ درسی مواد میں محمدؐ ایسے پیارے نام کا استعمال مسلم نوجوانوں میں حبِ نبیؐ پیدا کرنے اور بڑھانے کا ذریعہ اور قلب و نظر کو اسلامی اقدار و تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ وزارتِ تعلیم کتب میں اسم "محمدؐ" کے استعمال میں حق بجانب ہے ——— آخر میں آپ سب حضرات مسلمان کلمہ گو ہونے کے سبب غور فرمائیں کہ مندرجہ بالا فقرات میں کیا کہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار، محبت اور ادب نظر آتا ہے۔ مصنف نے محمد نام کو پیارا نام کہا ہے مسلم نوجوانوں میں حبِ نبی پیدا کرنے کا وسیلہ بنا ہے۔ یہ کیسا پیار ہے، یہ کیسا وسیلہ ہے۔ کیا ان میں کوئی پیار کی جھلک نظر آتی ہے؟ کیا یہ مقامِ ادب ہے۔ کیا یہ احسانِ عظیم جس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ میں (اللہ) نے تم کو اپنا محبوب عطا فرما کر تم پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ کیا مصنف نے اس احسانِ عظیم کو اپنے کندھوں سے اُتار پھینکنے کی مذموم کوشش نہیں کی۔ کیا مصنف نے حضورؐ کے نام کو بول چال میں استعمال کر کے اپنے پُرانے پروگرام پر عمل نہیں کیا جس طرح ماضی میں حضرات صحابہ کرام کے ناموں (زید، عمر، بکر) کو گرامر میں اور بول چال میں عام استعمال کر کے ان ناموں کو بے وزن کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ کیا مصنف کی نیت عیاں نہیں ہے۔ مقامِ ادب ملحوظ ہوتا تو دوسرے کروڑوں ناموں سے فقرات مکمل کیے جاسکتے تھے۔ آخر میں میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مندرجہ مضمون پر غور فرماتے ہوئے اپنا قیمتی فتویٰ جاری فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔

جواب: آپ کا مطبوعہ استفسار ملا جسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کو "محمد" کے مبارک نام کے بارے میں بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور آپ اس کے استعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں سمجھتے جس طرح لفظ "اللہ" کا استعمال کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں، اسی طرح لفظ "محمد" کا استعمال بھی کسی دوسرے کے لیے بقول آپ کے جائز نہیں۔ جیسا کہ آپ کے استفسار میں پہلے نمبر پر دی گئی دلیل کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

"جیسے اللہ کریم کا ذاتی نام اللہ ہے ویسے حضور نبی کریم کا ذاتی نام محمدؐ ہے جو کہ نہ تو کسی دوسرے کی پہچان ہے اور نہ ہی دوسرے کو اس نام سے پکارا جا سکتا ہے"۔

مزید برآں آپ نے اپنے استفسار کا عنوان "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" درج کر کے اس آیت سے بھی یہ غلط مفہوم لیا ہے کہ محمد نام صرف رسول کے لیے ہے۔ حالانکہ آیت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے رسول ہیں، اور آپ کی ذات میں رسالت کی صفات پائی جاتی ہیں نہ کہ خدائی صفات۔

اس کے بعد آپ نے آیت "لا تجعلوا دعاء الرسول" آیت "لا ترفعوا اصواتکم" اور حدیث "لا یومن احدکم" جن میں ذاتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آداب کا ذکر ہے آپ نے لفظ محمد کا ادب سمجھ لیا ہے۔ پھر یہ حدیث کہ "وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے" کا تعلق بھی لفظِ "محمد" سے نہیں بلکہ ذاتِ محمد سے ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)، اسی لیے حدیث میں "میرا نام لیا جائے" کے الفاظ ہیں "لفظ محمد بولا جائے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ آپ نے اسے بھی لفظ "محمد" کے بولنے کا حکم بنا دیا۔

آپ نے پانچویں نمبر پر جو دلیل دی ہے اگر آپ نے اس کے ان الفاظ پر غور کر لیا ہوتا کہ۔
"تم اپنے لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو، اس کا ادب کرو، وہ آئے تو اس کے لیے مجلس کشادہ کر دو۔ اس کی طرف بُرائی کی نسبت نہ کرو اور اس پر بُرائی کی نسبت نہ کرو۔" تو آپ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے کہ لفظ محمد "نہ کسی دوسرے کی پہچان ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس نام سے پکارا جا سکتا ہے۔" اگر یہ کسی دوسرے کی پہچان نہیں اور اس نام سے کسی دوسرے کو پکارا بھی نہیں جا سکتا تو اس بات کا کیا مطلب ہوگا کہ "تم اپنے لڑکے کا نام محمد رکھو" کیا نام پہچان کے لیے اور پکارنے کے لیے نہیں ہوتا؟ اگر ان اغراض کے لیے نام نہیں ہوتا تو نام رکھنے کی اور کیا غرض ہوتی ہے اور اگر یہ نام کسی کے لیے پہچان نہیں ہے تو پھر اس نام کی بنا پر اس کے لیے ادب اور لحاظ کس بنا پر ہے؟

آپ نے اس سلسلہ میں جو مغالطہ کھایا ہے کہ جن لوگوں کے نام محمد رکھے گئے انہیں ان کی ولدیت کے بغیر کبھی نہیں پکارا گیا۔ وہ بھی عجیب و غریب قسم کا مغالطہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عرب بہت سے

لوگ ایک نام میں شامل ہوں تو ان کے تعارف کے وقت ان کی نسبت ذکر کی جاتی ہے۔ مثلاً جب تاریخ میں اس کا ذکر کیا جائے گا یا راوی کی حیثیت سے اس کا تذکرہ کیا جائے گا تو اُس کی نسبت کا تذکرہ ضروری ہوگا اور ایسی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ بھی نسبت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور "محمد بن عبداللہ" کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باپ اپنے اس بیٹے کو ولدیت کے ذکر کے بغیر نہ پکارے جس کا نام محمد ہو اور وہ بھی اُسے "یا محمد" نہ کہے بلکہ "یا محمد بن فلاں" کہے اور اس وقت بھی اس نام کے ساتھ درود پڑھے[1]۔

محترم اس سلسلہ میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ محمد نام رکھنا جائز ہے۔ اس نام سے یا محمد کہہ کر اس شخص کو پکارنا جائز ہے جس کا نام محمد ہو اور اس نام کا شخص دوسرے نام والوں کی طرح احکام و قوانین کا پابند ہوگا۔ چھوٹوں پر شفقت کرے گا، بڑوں کا ادب کرے گا۔ باپ اور استاد کی خدمت کرے گا نیک کام کرے گا تو اس پر اجر کا مستحق ہوگا، بُرا کام کرے گا تو اس پر اُسے سزا دی جائے گی۔

حدیث میں "محمد کے نام" کی وجہ سے جس ادب کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی حد اتنی ہے جتنی حد اچھے ناموں کے لیے رکھی گئی ہے۔ یہ لامحدود نہیں ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نام کی بدولت انسان تمام پابندیوں سے بالاتر ہو گیا ہے۔ دراصل جب بچے کا نام رکھا جاتا ہے تو اس میں اچھی توقعات کو بنیاد بنا کر ایسا نام رکھا جاتا ہے جو ان توقعات کا اظہار کرتا ہو۔ بعض اوقات اُونچے درجے پانے والے شخص کے نام کو لے لیا جاتا ہے تاکہ اس نام کا آدمی بھی ان معانی کا مصداق بنے۔ لیکن یہ ماں باپ اور نام رکھنے والے کی آرزوئیں ہوتی ہیں۔ نہ ہی یہ بات کہ اس نام کا شخص لازماً ایسا ہو کہ نام رکھنے والوں کی آرزوئیں اُونچے، متوسط یا ادنیٰ درجے میں پوری ہوں، ضروری نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے نام کے بالکل برعکس نکلے۔ مختصراً یہ کہ نام ایک وجہ ہے جو رعایت کا مطالبہ کرتی ہے۔ حدیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے اگر کام رعایت کو ختم کر دینے کا تقاضا کرتا ہو تو اُس وقت نام اور کام دونوں

[1] کنیت کا جو رواج قرونِ اُولیٰ اور بعد تک رہا، وہ اب بدل گیا ہے۔ اب بہت سی دوسری نسبتیں امتیاز کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ مثلاً اصغر گونڈوی، علامہ اقبال، احسن فاروقی، کمال سید، جگر مرادآبادی، درد ٹونکی، عباس بادزیری وغیرہ۔

کے تقاضے پورے کیے جائیں گے اور اس شخص کی اتنی ہی رعایت کی جائے گی جس کا وہ مستحق ہے اور سرے سے رعایت کا مستحق نہ رہے تو کوئی رعایت نہ کی جائے گی۔

اس تمہید کی روشنی میں عربی کی کتاب کے بارے میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں "محمد" سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں اس لیے "یا محمد ما ھذا" وغیرہ کے کلمات بلا کراہت جائز ہیں۔ البتہ بہتر تھا کہ عنوان میں "محمد" کی ولدیت یا کوئی نسبتِ خاص ذکر کر دی جاتی تاکہ اس بات کی قطعی صراحت ہو جاتی کہ یہاں "محمد" سے فلاں شخص مراد ہے لیکن ایسا کرنا اولیٰ تھا، ضروری نہیں۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ سے ہوتا ہے اگر اس طرح کا عنوان نہ ہو تو اس سے خود بخود بھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں محمد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے۔

آپ نے اچھا کیا کہ اہلِ علم سے استصواب و استفسار کے لیے مراسلہ جاری کیا۔ اس طرح کے باریک مسائل کے لیے قرآن و حدیث اور فقہ کے گہرے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان علوم میں مہارت کے بغیر کسی بھی شخص کو محض اپنے ذہن میں ایک خیال کو نہیں بٹھا لینا چاہیے۔ اور اس کی بنیاد پر جائز و ناجائز، حلال و حرام کے فتوے دینا تو انتہائی خطرناک راستہ ہے، جس سے بہر حال اجتناب کرنا چاہیے۔

عزم و عزیمت کی لازوال داستان

یادوں کی امانت

سید عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

البدر پبلی کیشنز - ۲۳ - راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور